بسم اللہ الرحمن الرحیم

الردّ علی کتاب العتیبی

الحکم بغیر ما انزل اللّٰہ

العتیبی کی کتاب

الحکم بغیر ما انزل اللہ پر ردّ

مؤلف: ڈاکٹر طارق عبدالحلیم المصری حفظہ اللہ
اردو ترجمہ: عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ
نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ فاروق احمد قصوری حفظہ اللہ

ناشر: الدَّعوۃ السَّلَفِیَّۃ
http://www.muwahideen.tk
Email: info@muwahideen.tk
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله الذي أبان الحق وجعل له نورا يطلع عليه من اهتدى بهدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم تتغشّى قلبه ظلمات الاهواء والبدع ولم يلتاث فهمه بجرثوم التحريف والتحرير.

بہت سی تالیفات میں اہلسنّت والجماعت کا نام استعمال کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں یہ تالیفات استدلال وطریقہ استدلال میں اہلسنّت کے منہج سے دور ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے مصنفین نے اہلسنّت کے بعض قواعد ومفاہیم کو اپنایا ہوتا ہے مگر اہلسنّت کا نقطہ نظر اس سے بڑھ کر کچھ اور ہے صرف قواعد واصول سے مذہب یا نظریہ نہیں بنتا بلکہ یہ معاملہ بہت گہرا اور بڑا ہے کہ ان کے قواعد واصول کو اس طرح بنایا اور مرتب کیا جائے کہ جن سے اصولِ مقررہ اور فروع ثابتہ کا استنباط کلیات عامہ اور جزئیات خاصہ کے ساتھ ہوسکتا ہو۔ یہ اصول اور یہ ترتیب اگر ملحوظ رہے تو اس سے بدعت کا پیدا ہونا ممکن نہیں ۔جیسا کہ العتیبی نے ترتیب دی ہے۔ جو کتاب ہمارے ان سطور کا موضوع ہے اس کے ابتدائی صفحات سے ہی اندازہ ہوجائے گا کہ مصنف نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ جس کا تذکرہ ہم عنقریب کریں گے ان شاءاللہ۔

یہ تمام غلطیاں ان لوگوں سے اس لیے سرزد ہوتی ہیں کہ یہ اس توحید کی فہم میں ملاوٹ کرتے ہیں جو توحید کتب آسمانی میں آئی ہے اور جس کو ثابت کرنے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے رہے اس توحید کی بنیاد ایک اللہ کی مطلق اطاعت ہے۔اس کا مطلب ہوتا ہے اس

اللہ کے تمام احکام کو قبول کرنا اور غیب کے طور پر۔ان لوگوں نے اطاعت مطلق کو مطلق اطاعت کے ساتھ برابر کیا ہے جیسا کہ انھوں نے تشریع مطلق کو مطلق تشریع کے برابر قرار دیا ہے۔مگر جو شخص توحید کا معنی اوراس کی تعریف سے واقف ہے اس کے نزدیک ان دونوں میں فرق ہے ۔ان لوگوں کی جسارت کا یہ حال ہے کہ قبول تحاکم الی شرع اللہ اور عدم التشریق المطلق کو ان فرعیات شرعیہ کے برابر قرار دیا ہے جو ایک نبی کے دور میں کچھ اور دوسرے نبی کے دور میں کچھ اور ہوتی رہیں۔پھر انھوں نے اس کو ان احکام شرعیہ میں سے قرار دیا ہے کہ اس کی تعریف کلیہ عامہ کے ماتحت ہے لہٰذا یہ لوگ صحیح منہج اور صراط مستقیم سے گمراہ ہو گئے۔

(العتیبی کی کتاب کا) پہلا مبحث

ضروری قواعد جن کا جاننا ضروری ہے اس مبحث میں عتیبی نے چھ قواعد سے متعلق بات کی ہے اس میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ ان قواعد میں اس نے اپنا وہ مذہب ذکر کیا ہے جو توحید کی بنیاد کو ڈھانے والا ہے جس کا ذکر ہم نے اس کی یہ عبارت کہ:

''ایسے قواعد جن کا جاننا ضروری ہے''

سے گویا وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ وہ قواعد ہیں جو ثابت شدہ ہیں تیار ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گویا یہ وہ قواعد ہیں جو ثابت شدہ ہیں تیار ہیں ان میں کوئی اختلاف وتنازع نہیں ہے حالانکہ یہی تو اختلاف کی اصل وبنیاد ہیں یہی تو وجہ تنازع ہیں۔العتیبی پہلے قاعدے کے پانچ اصول ذکر کرتے ہیں کہ الحکم بما انزل اللہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔اس جملے کے ذریعے وہ قاری کے دل میں اپنا مقام بنانا چاہتا ہے تا کہ اس کے بعد وہ حکم بغیر ما انزل اللہ کو کفریہ صورت

میں تبدیل کرے یعنی تشریع مطلق وضع کرنا اور پھر وہ اس کے لیے بھی حکم بما انزل اللہ جیسا احترام ثابت کرتا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس نے وضع تشریع مطلق کو شریعت کے دیگر فروعات کے برابر قرار دیا ہے۔ سلبی وایجابی دونوں لحاظ سے۔ نماز، زکاۃ، داڑھی، پردہ، سب فرض ہیں جس طرح کہ شراب، زنا، غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے ان کو ترک کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تو کیا جو شخص اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کوئی اور قانون بناتا ہے اور لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتا ہے یہ اس شخص کے برابر ہے جو داڑھی مونڈتا ہے؟ اور یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ فرائض کے درجات مختلف ہوتے ہیں اس لیے کہ فرضیت کے درجے کے اختلاف سے مقصد میں اختلاف نہیں آتا اور جو ایسا سمجھتا ہے اسے فرق واضح کرنا چاہیے اور فوارق کی تعریف کرنی چاہیے۔

دوسرے قاعدے میں کہتا ہے: ''کسی شخص کے مکفرات میں سے کسی مکفر میں واقع ومبتلا ہونے سے اس کا کفر لازم نہیں آتا''۔

یہ عام کلام ہے اسے خاص کرنا چاہیے اس (امر) کے ساتھ جو کفر اکبر میں سے ہو جس میں علم اور پہنچنا شرط نہیں ہوتا۔ ورنہ تو قریش نبی ﷺ کی بعثت سے قبل کافر نہیں تھے۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ پھر اگر کلام کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو پھر اس میں کوئی ابہام نہیں ہے کہ اس سے اس کا مذہب اور اس کے کلام کا مقصد معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ مکفرات کہ جن کے صرف ارتکاب سے کفر لازم نہیں آتا ان کی اقسام ہیں:

① جس پر شریعت میں کفر کا اطلاق کیا گیا ہو یعنی وہ کفر اصغر یا عملی کافر ہو جس طرح کہ حدیث میں بھاگے ہوئے غلام اور شوہر کی نافرمانی کرنے والی بیوی کے لیے کفر کا لفظ آیا ہے اس

طرح کے عمل کو کفر اکبر کا مرتکب نہیں کہا جاتا جب تک کہ اس کے حلال ہونے کا اعتقاد نہ رکھتا ہو ۔مثلاً کسی عام قاعدے اور کلیہ کا انکار یا متواتر کا انکار یا اس کا انکار جس کا علم دین میں بدیہی طور پر معلوم ہو اور اس کے منکر کو اس وقت کافر کہا جائے گا جب اسے علم ہو اور دین کا وہ مسئلہ اسے پہنچا ہو اس مسئلے کی تفصیل کا مقام کفر الجہل کا مبحث ہے (اس کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب الجواب المفید فی حکم جاہل التوحید۔ملاحظہ کریں) البتہ وہ مکفرات کہ جن کا مرتکب کافر ہوتا ہے اس میں بلاغ پہنچنے کی ضرورت نہیں ہوتی یہ وہ مکفرات ہیں جو توحید کو نقصان پہنچاتے ہیں جو کہ دین کی بنیاد ہے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہے۔ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا عمومی قاعدے کے تحت آتا ہے؟ یا یہ مستثنیٰ ہے؟ اور اگر عموم سے استثناء کیا جائے تو وہ عام نہیں رہتا اسے خاص کہنا صحیح ہوتا ہے (مزید تفصیل کے لیے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی الصارم المسلول دیکھیں)

تیسرا قاعدہ: حاکم کا کفر اس کے خلاف خروج (بغاوت) کو لازم نہیں کرتا

اس سے زیادہ صحیح اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ حاکم کا کفر اس کے خلاف خروج کو جائز نہیں بناتا مگر چند شرعی شرائط کے مکمل طور پر موجود ہونے کے بعد جیسے طاقت وقدرت وغیرہ۔جس کی وضاحت عتیبی نے بعد میں کی ہے۔ہمارا نہیں خیال کہ عتیبی اس میں مخالفت کرے گا اس لیے کہ وہ خروج کے شروط کا اقرار کرتا ہے مگر دونوں عبارتوں میں بہت بڑا فرق عتیبی کی عبارت میں موجود اشارہ کے لحاظ سے موجود ہے وہ یہ کہ عدم جواز الخروج ہی اصل ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اصول یہ ہے کہ اس جیسے حاکم کو ہٹانا ہے جب وہ تمام شرطیں پائی جائیں جن کا ذکر عتیبی نے کیا ہے۔عتیبی پر حجت قائم کرنے کے لیے اس کی ذکر کردہ دوسری شرط کی وضاحت ضروری ہے۔اس شرط کا مطلب کیا ہے؟ یہ ایسی شرط ہے کہ اس پر عتیبی نے ان نصوص میں سے کوئی نص پیش نہیں کی جو اس نے اس قاعدے کے تحت ذکر کی ہیں بلکہ تمام نصوص اس نے اس استثناء کے

بغیر ذکر کی ہیں کہ قدرت وتمکن ہواور اس (حکمران) کے عوض میں مسلمان کو لایا جائے اور اس خروج کی کوشش سے کوئی اور زیادہ بڑا فساد وخرابی پیدا نہ ہوتی ہو۔ یہ سب صحیح ہے۔ پھر عتیبی اس موقع پر یہ شرط کہاں سے لایا؟ یا اس شرط کا اس نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے تاکہ اس کی بنیاد کو ثابت کر سکے جسے یہ رائج کرنا چاہتا ہے جس کو اس نے عیب چھپانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔

پھر عتیبی کی رائے میں اقامت حجت کی کیا شرائط ہیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ آدمی خود حاکم کے پاس جائے اور اس کے سامنے اسلام اور توحید کی وضاحت کرے اور اگر وہ حکمران تکبر کرے ،توحید کو نہ مانے تو تب یہ اس پر حجت قائم کرنا کہلائے گا؟ یا خود جانے کے بجائے دوسرے لوگوں کے ذریعے بھی کافی ہوجاتا ہے۔ یا لاعلمی کو ختم کرنے والے علم کا پھیلنا ہی کافی ہے (قیام حجت کے لیے) وہ اس طرح کہ جو داعی لوگوں میں اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں ان کا یہ مطالبہ ان حکمرانوں تک رسائل اور کتب کے ذریعے پہنچ جائے اور یہ کتب ورسائل دلائل کی وضاحت کرتے ہوں اور براہین قائم کریں۔ جبکہ حجت یا اس کی قبولیت سے مراد اس کا نہ پہنچنا اور قائم نہ ہونا سمجھ لیا گیا ہے۔(الجواب المفید ص:۱۱۸)

کبھی حجت براہ راست پہنچانے سے قائم ہوتی ہے اور کبھی علم کے پھیلنے سے کہ اس سے لاعلمی دور ہوتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جن کفار سے جنگ کی ان میں سے ہر ہر شخص کو انفرادی طور پر حجت نہیں پہنچائی بلکہ آپ ﷺ کی دعوت سے جو علم پھیلا اقامت حجت کے لیے دلیل کے طور پر اسی پر اکتفاء کیا گیا۔

وجادلھم بالتی ھی احسن کے تحت علمی مناقشہ کے ذریعے اضطراب میں اضافہ کیا گیا ہے جہاں مسئلہ متعلقہ بحکام المسلمین کے ضمن میں مندرجہ ذیل استدلال کیا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی (۱۶/۴۳۴) میں لکھتے ہیں: ہر خطا کار کافر نہیں خاص کر دقیق مسائل میں

غلطی کرنے والا وہ دقیق مسائل جن میں امت کے درمیان اختلاف بہت زیادہ پایا جاتا ہے ۔مزید فرماتے ہیں:(۴۶۶/۱۲) کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ مسلمانوں کو کافر قرار دے اگر چہ وہ غلطی کرے۔جب تک اس پر حجت قائم نہ کی جائے اور حجت سمجھا نہ دی جائے۔جس کا اسلام یقینی ثابت ہو چکا ہو تو شک کی بناء پر یہ زائل نہیں ہوسکتا بلکہ صرف اقامت حجت اور ازالہ شبہ کے بعد ہی زائل ہوگا۔جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ غلطی کرنے والے مرتکب گناہ کی بات کررہے ہیں جبکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ الحکم بغیر ما انزل اللہ تشریع مطلق کی صورت میں گناہ ہے ۔لہٰذا اس اختلاف میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات سے استدلال صحیح نہیں ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جن دقیق مسائل کی بات کی ہے تو اس سے مراد ہے اللہ کی صفات میں اختلاف وغیرہ جیسا اللہ کی صفت قدرت میں اختلاف ہے اور جیسا کہ ایک آدمی نے اپنی راکھ دریا میں بہانے کی وصیت کی تھی۔مطلب یہ کہ مسائل خفیہ میں کفر سرزد ہوجائے نہ کہ ان مسائل میں جو کہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں۔

اس عتیبی نے وجادلھم بالتی ھی احسن کے ضمن میں مناقشہ علمیہ کے تحت مسئلہ متعلقہ بحاکم المسلمین میں خلط ملط کیا ہے جہاں اس نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول سے استدلال کیا ہے:

''شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں (فتاوٰی:۴۳۴/۱۶):ہر خطاء کرنے والا کافر نہیں ہوتا خاص کر دقیق مسائل میں جن میں امت کے درمیان بہت اختلاف ہے۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ (فتاوٰی:۴۶۶/۱۲) میں فرماتے ہیں: کسی کے لیے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کافر کہے اگر چہ اس سے خطاء و غلطی سرزد ہوگئی ہو جب تک اس پر حجت قائم نہ کی جائے۔حجت کی وجہ واضح نہ کردی جائے۔جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہو وہ شک کی بناء پر زائل ہی نہیں ہوسکتا۔

پھر چوتھے قاعدے میں ایک اور بڑی مصیبت آگئی ہے کہ:ان الاصل فی

الاعمال هو عدم التکفیر (اعمال میں اصول ہے عدم تکفیر)

اور تکفیر اسی اصول سے ماخوذ ہے اسی پر پیش کیا جاتا ہے۔اس اصول کو اس طرح صرف وہی شخص بنا سکتا ہے جو باطن میں مرجئہ ہو اس لیے کہ اعمال کی بنیاد و اصول ہی نہیں بلکہ انہیں اپنے مقام کے لحاظ سے پرکھا جائے گا پتہ نہیں یہ شخص اس طرح کا اصول اور قاعدہ کہاں سے لایا؟ اگر یہ اس طرح کہتا کہ اعمال میں سے کچھ ایسے ہیں جو بظاہر کافر بنا دینے والے ہوتے ہیں مگر ان کا فاعل کافر نہیں ہوتا تب بات صحیح ہوتی۔لیکن اس طرح کے ساتھ کہنا کہ اعمال میں اصل عدم تکفیر ہے تو یہ بات اسلاف میں سے کسی نے نہیں کہی۔البتہ جو شخص مسلمان ہو اور پھر وہ کوئی گناہ یا تاویل کرے تو اس کو اسلام سے خارج کرنے میں اختلاف ہے جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے کلام میں صراحت اور وضاحت ہے کہ یہ بات گناہ اور تاویل کے مرتکب کے بارے میں ہے ہر باطل عمل کرنے والے کے بارے میں نہیں ہے۔اگر ہم عتیبی کے منہج اپنائیں یعنی تحریف میں کلام کرنے والا منہج تو پھر ابن عبدالبر کے کلام کہ جس نے گناہ کیا (گناہ فعل ہے) سے جان چھوٹ جاتی ہے جیسا کہ عتیبی نے اس سے استدلال کیا ہے اسی طرح ابن عبدالبر کے کلام (جس نے تاویل کیا) تاویل اعتقاد میں ہوتی ہے (تو گویا مطلب یہ ہوگا کہ) کوئی شخص کسی بھی قسم کا عمل کرے یا کوئی بھی عقیدہ رکھے اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیسا ہی عمل یا اعتقاد کیوں نہ ہو اس لیے کہ اعمال میں اصل عدم تکفیر ہے۔حالانکہ یہ بات پہلے کسی نے نہیں کہی ۔نہ ہی بعد میں کسی عقلمند نے کی ہے لیکن اللہ کی مخلوق میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں (یعنی بے وقوف بھی ہوتے ہیں)

پانچواں قاعدہ تو اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ توحید کی سمجھ سے بے بہرہ ہیں

بلکہ انھوں نے تو اپنے ارجاء کے مذہب کے استدلالات کو خوارج کے دلائل کے ساتھ خلط کیا ہے۔ جو قاعدہ اس نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ الحکم بما انزل اللہ کا مسئلہ کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پھر وضاحت اس طرح کرتا ہے کہ جس نے بھی اپنے بارے میں یا دو افراد یا کئی لوگوں کے درمیان یا استاد اپنے شاگردوں کے درمیان باپ اپنی اولاد کے درمیان فیصلہ کرتا ہے تو یہ سب فیصلہ کرنے والے حاکم بغیر ما انزل اللہ ہیں اور جو حاکم بغیر ما انزل اللہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ اشخاص کافر ہیں۔ اس پر دلیل ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول سے لی ہے جو اس پر دلالت ہی نہیں کرتا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے دو افراد کے درمیان فیصلہ کیا تو وہ قاضی ہے اس لحاظ سے وہ حاکم ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس آدمی کی بات ہی نہیں کی جو اپنی اولاد کے درمیان جائیداد یا زمین کے تقسیم کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ ان کے درمیان بغیر ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ کیسے کرے گا ؟ یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں حکم بما انزل اللہ اور توحید عبودیت کے تذکرے اور یہ واضح ہو جانے کہ عبادت ہی اطاعت ہے اس کے علاوہ توحید کے اصول واضح ہونے کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسی باتیں کریں گے جو ایک آدمی (عتیبی) نے اپنے قاعدے اور اصول میں بنا رکھی ہیں؟

یہ خوارج کا عقیدہ ہے اور ان کی رائے ہے کہ جو بھی شخص دو افراد کے درمیان فیصلہ کرتا ہے وہ حاکم ہے اس کی بھی وہی حالت ہے جو عام شرع وضع کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے مرتکب گناہ کو کافر قرار دیا ہے اس لیے کہ اس نے اپنے لیے اپنی خواہش سے فیصلہ کیا اور اس پر یہ آیت صادق آتی ہے: وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ جو اللہ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو وہ لوگ کافر ہیں ۔اسی طرح وہ باپ جو اپنے گھر والوں کے درمیان یا اپنے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ

کافر ہے اسی طرح استاد (اپنے شاگرد کے درمیان فیصلہ کرے) یا عتیبی سے پوچھا جا سکتا ہے جو ارجاء میں مبتلا ہو چکا ہے اور دو علیحدہ چیزوں کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بغیر ما انزل اللہ شرع بنانے والے اور اپنے بچوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے کو یکساں نہیں سمجھتے۔ یہ بات ان کی عبارت جلد ۱۸ صفحہ ۱۷۰ میں موجود ہے۔ مگر یہ بات عدل کے بارے میں کہی گئی ہے جس کا حکم ہر شخص کے لیے ہے قاضی ہو یا غیر قاضی، حاکم (حکمران) ہو یا نہ ہو اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ: القضاۃ ثلاثۃ ...... قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ یہاں وہ عدل کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو کہ ہر معاملے و فیصلے میں ضروری ہے اگر چہ بچوں کے درمیان فیصلہ ہی کیوں نہ ہو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مراد فیصلہ کرنے والوں میں برابری پیدا کرنا نہیں ہے جیسا کہ عتیبی نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابن تیمیہ جو عدل مراد لے رہے ہیں یہ تشریع بغیر ما انزل اللہ کے مقابل نہیں ہے بلکہ عدل تو ظلم کے مقابل ہے جو کہ دُونَ کفر ہے۔ تو اس سے یہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ دو بچوں کے درمیان فیصلہ اللہ کے حکم کے متضاد تشریع مطلق کرنا دونوں برابر ہیں؟

چھٹا قاعدہ بہت سے اشکالات کا سبب احتمال ہوتا ہے

یہ قاعدہ صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر یہ اس کے خلاف ہے اس کی تائید میں نہیں ہے جیسا کہ تفصیل سے واضح ہو جائے گا۔

مبحث ثانی: مسئلہ الحکم بغیر ما انزل اللہ کی تفصیل

اس آدمی نے کفر اکبر کی حالات کا خلاصہ بیان کیا ہے اور اسے چھ حالات تک محدود کیا ہے:

① استحلال

② جحود

③ تکذیب

④ تفضیل

⑤ مساواۃ

⑥ تبدیل

پھر تین حالتیں ذکر کی ہیں جنھیں کفر اصغر قرار دیا ہے:

① استبدال

② تقنین

③ تشریع العام

تفصیلی ردّ سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس نے جتنے دلائل ذکر کیے ہیں ان میں اس نے حکم بغیر ما انزل اللہ کو دیگر گناہوں سود وغیرہ کی طرح فرض کرلیا ہے جیسا کہ وہ عثیمین کے قول سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں (ص:۱۸)

ہر اہلسنّت کی طرح ہم بھی اس کی ذکر کردہ کفر اکبر کی چھ صورتوں میں اختلاف نہیں کرتے ۔ہم ان تفصیلات میں اختلاف کرتے ہیں جو اس نے بیان کی ہیں اور ان میں اس گناہ کو جس کی وجہ سے کہ استحلال کے بغیر کفر لازم نہیں آتا اور اس بنیاد کو جو حکم بغیر ما انزل اللہ کی وجہ سے کافر بناتا ہے کو خلط کیا ہے۔

پہلی صورت

استحلال (حکم بغیر ما انزل اللہ یا کسی بھی حرام کو حلال سمجھنا) اس کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہوں کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں بات کر رہا ہے یہی وہ بنیاد ہے جسے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے استشہادات میں ذکر کیا ہے۔جیسا کہ ہم نے کہا کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ تشریع مطلق اور قانون سازی کے طور پر حکم بغیر ما انزل اللہ گناہ ہے لہٰذا اس اختلاف میں ان دلائل سے استدلال صحیح نہیں ہے ہم دیگر صورتوں میں اختلاف ونزاع نہیں کرتے۔اسی طرح استحلال کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے چاہے یہ استحلال حکم بغیر ما انزل اللہ کا ہو یا کسی اجنبی عورت کو دیکھنے کا۔تو پھر کفر کے لیے صرف حکم بغیر ما انزل اللہ کو کیوں خاص کیا ہے استحلال کے بغیر؟ جس نے عتیبی کو ایسے دلائل لانے پر مجبور کیا ہے جن سے ثابت ہو جائے کہ اس کے ذکر کردہ تمام مقامات یا وجوہات و بنیادیں کفر اکبر میں سے نہیں ہیں۔

(ص:۱۸) پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جو قول اس نے نقل کیا ہے اس سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے: ''انسان جب اس حرام کو حلال کہے جس کی حرمت پر اتفاق ہے یا اس حلال کو حرام کہے جس کی حلت پر اتفاق ہے۔اس شریعت کو بدل دے جس پر اتفاق ہو چکا ہے ۔تو یہ شخص باتفاق فقہاء مرتد کافر ہے۔اسی کے بارے میں بقول بعض یہ آیت نازل ہوئی ہے: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدۃ:٤٤) ''جو اللہ کے نازل کردہ

(شرع) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ لوگ کافر ہیں"۔یعنی حکم بغیر ماانزل اللہ کو حلال وناجائز سمجھتا ہو۔س کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ حکم بماانزل اللہ کی ایک صورت جس کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ بات کررہے ہیں اس سے ان کی مراد حکمران وبااختیار عہدے دار ہیں جو اپنے فائدے کے لیے قاضی کا حکم توڑ دیتے ہیں اس کے احکام ردّ کردیتے ہیں انہیں نافذ نہیں کرتے (مجموع الفتاوی:۳/۲٦٧)۔یہ مقام یا صورت عہدے دار کی طرف سے تبدیل کرنے کی صورت ہے اس کا تعلق اس صورت سے نہیں ہے جس کے بارے میں ہم بات کررہے ہیں یعنی تشریع مطلق اور اللہ کی شریعت کے متوازی شریعت بنانا اور لوگوں کے معاملات کے فیصلے اس کے مطابق کرنا۔یہ حکم بغیر ماانزل اللہ کی سب سے بڑی صورت ہے ۔عتیبی عام اقوال کو استعمال کرتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کس مقصد اور کس کے بارے میں ہیں۔

اس صورت میں دوسرے مسئلہ میں عتیبی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استحلال قلبی امر ہے۔یہ صحیح ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔اس کی مخالفت صرف خارجی کرسکتا ہے جو شرع کے مخالف عمل پر ہی کافر قرار دیتے ہیں۔البتہ ہم یہ بات دہرانا چاہتے ہیں کہ عتیبی نے جو لائل دیئے ہیں وہ ان گناہوں کے بارے میں ہیں جن میں ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے جیسے اپنی ماں سے شادی کرنا وغیرہ یہ دوسرا معاملہ ہے اور تشریع مطلق اور شریعت اسلامی کے متوازی دوسری شریعت بنانے کو جائز وحلال سمجھنا تاکہ لوگوں کے فیصلے اس کے مطابق ہوں دوسری بات ہے۔ان لوگوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف اس میں ہے۔اور اس (عتیبی) کا ابن باز رحمہ اللہ کے قول سے استشھاد کرنا مشرع مطلق پر صحیح نہیں اترتا یہ دوسری صورتوں پر اترتا ہے جو کفر اصغر کی صورتیں ہیں اگرچہ وہ بھی حکم بغیر ماانزل اللہ ہی ہیں جیسے قاضی وحاکم جو قانون سازی واستبدال کے بغیر بالفعل حکم شرعی کو بدل دیتا ہے۔یہ ہم اس لیے کہہ رہے ہیں تاکہ ابن باز کا یہ قول ان کے دوسرے قول

سے معارض نہ ہو جو کہ مجلۃ الدعوۃ (عدد۹٦۳:۵/۲/۱۴۰۵ھ)

جواب: حاکم بغیر ماانزل اللہ کی اقسام ہیں ان کے اعتقادات اور اعمال کے لحاظ سے ان کا حکم مختلف ہوتا ہے جو شخص بغیر ماانزل اللہ فیصلہ کرتا ہے اور اسے اللہ کی شرع سے بہتر سمجھتا ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اسی طرح اگر کوئی شخص وضعی قوانین کو اللہ کے احکام وشرائع کی جگہ ان کے بدلے میں استعمال کرتا ہے اور اس کام کو جائز خیال کرتا ہے (وہ بھی کافر ہے) یہاں تک کہ اگر کوئی شخص (زبان سے) صرف یہ کہدے کہ شریعت کی تحکیم افضل ہے تو وہ بھی کافر ہے اس لیے کہ اس نے اللہ کے حرام کردہ کو حلال قرار دیا۔یعنی اگر کوئی شخص بغیر ماانزل اللہ کے مطابق حکم کو جائز کہہ دے اگرچہ وہ تحکیم شریعت کو افضل کہتا ہو تو وہ بھی اس آدمی کی طرح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا جیسا کہ کوئی کہے کہ میں جانتا ہوں کہ دین محمد (ﷺ) دنیا کے تمام ادیان سے بہتر ہے (جیسا ابوطالب نے کہا تھا)۔

فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے تحکیم شریعت افضل ہے تو وہ کافر ہے اس لیے کہ اس نے اللہ کے حرام کردہ کو حلال قرار دے دیا اور جو شخص خواہشات کی پیروی کرے یا رشوت لے کر کسی کی دشمنی کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے بغیر ماانزل اللہ فیصلہ کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔اعتراف کرتا ہے کہ یہ نافرمانی ہے۔اس پر شریعت الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے۔تو ایسا شخص نافرمان، گناہ کبیرہ کا مرتکب شمار ہوگا۔ہم کس طرح دونوں نصوص میں تطبیق پیدا کریں؟ اور کس طرح اس تقریر میں تطبیق دیں کہ جو عتیبی جیسے لوگ ابن باز رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ امت کے اقوال ونصوص پر رکھتے ہیں؟ ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم یہاں قابل صد احترام علامہ ناصر الدین الالبانی۔شیخ ابن باز اور شیخ عثیمین رحمہم اللہ سے پوچھیں کہ عتیبی نے صرف ان تین علماء پر ہی کیوں اکتفاء کیا ہے؟ کیا ہماری امت کے علماء نے انہی تینوں پر اکتفاء کیا ہے؟ کیا امت بانجھ

ہوگئی ہے کہ اس کے پاس ان تین علماء کے علاوہ کوئی عالم نہیں رہا کہ صرف ان تینوں سے ہم کو علوم اسلامی منقول ہوں گے؟ اوراس دور میں اسلامی احکام کا ثبوت انہی کے فتووں پر منحصر ہوگا؟ علامہ شیخ محمد ابراہیم رحمہ اللہ۔شیخ الدوسری رحمہ اللہ۔علامہ محدث احمد شاکر رحمہ اللہ۔علامہ محمود شاکر رحمہ اللہ۔اور پاکستان کے بہت بڑے عالم ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ جیسے علماء نہیں ہیں؟ ہم پہلے ان علماء کے اقوال پیش کر چکے ہیں جن کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی (دیکھئے ہماری کتاب ادعیاء السّلفیہ)

اگر یہ امت صرف تین علماء پر ہی اکتفاء کرے گی اگر چہ یہ بہت بڑے عالم ہوں اور بقیہ علماء کے اقوال کو پس پشت ڈال دے گی تو یہ اس کی بہت بڑی بدنصیبی ہوگی اس لیے کہ ہر شخص کی کچھ خطائیں اورلغزشیں ہوتی ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ عتیبی جیسے لوگوں نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا ہے کہ صرف بن باز اور عثیمین رحمہما اللہ کے اقوال اپنائے ہیں اس لیے کہ یہ اقوال عام یا مجمل ہیں یا مطلق یا مشابہ یا مبہم ہیں انہیں دیگر نصوص کے ساتھ ملا کر سمجھا جاتا ہے تب ان کا معنیٰ واضح ہوتا ہے۔انھوں نے دوسرے علماء کے اقوال کو چھوڑ دیا ہے جو کہ واضح اور مفسّر ہیں ان میں کئی معنوں اور مطالب کی گنجائش نہیں ہے۔لہٰذا ان کے پاس چارہ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ یہ اپنی غلطی اور دوسروں کی بات کی صحت کو تسلیم کرلیں جہاں تک البانی کی بات ہے تو انھوں نے جو کچھ کہنا چاہا اس میں کوئی شک نہیں ہے اور ایمان وعمل کے بارے میں ان کے اقوال وتقریرات کے موافق ہیں۔البتہ خطاء وغلطی کس سے نہیں ہوتی؟ عتیبی نے شیخ محمد بن ابراہیم سے ص:۲۵ میں جو دکی جو بحث میں نقل کیا ہے: کہ اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ دین کے وہ اصول جن پر ان کے درمیان اتفاق ہو چکا ہے ان میں سے کسی اصول کا انکار یا کسی ایسی فرع کا انکار جس پر اجماع ہو چکا ہو یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی (قطعی شریعت) کے کسی حرف کا انکار ملت سے

خارج کردینے والا کفر ہے۔تعجب کی بات ہے کہ اس نے حاکم بغیر ماانزل اللہ کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ کی رائے نقل نہیں کی؟ جو کہ کفرا کبر ہے ملت سے خارج کردینے والا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔لیکن شیخ محمد ابراہیم کے رسالۃ القوانین کی ہم وضاحت کریں گے کہ عتیبی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس نے ملت سے خارج کرنے والے کفر کی تقسیمات اس کتابچے سے لی ہیں قاری کو یہ باور کرایا ہے کہ یہ اس کے طبع زاد خیالات اور اس کے افکار کا نچوڑ ہے۔حالانکہ یہ بات کسی طالبِ علم کو زیب نہیں دیتی کہ جہاں اس نے اپنی تحریر کا مواد اخذ کیا ہے اس کا حوالہ حذف کردے دوسری بات یہ کہ حوالہ صرف نصوص یعنی عبارت میں ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس تقسیم وترکیب کا بھی حوالہ دینا چاہیے جو بہترین سمجھ اور عقل کی طرف رہنمائی کرتی ہو۔

اب ہم عتیبی کی نقل کردہ بات کی طرف آتے ہیں ہم منکر اور تکذیب کرنے والے افضل قرار دینے والے یا اللہ اور غیر اللہ کی شرع کو برابر قرار دینے والے کے حکم میں مخالفت یا اختلاف نہیں کررہے۔ہم اس افضلیت اور مساوات والی بات میں ایک اور چیز کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں وہ ہے ''الحکم بالظاہر'' کے قاعدے پر عمل کرنا۔اس لیے کہ ظاہر گناہ کا عملِ غیر مکفر کو گناہ ہی مانا جاتا ہے جب تک کہ استحلال واضح نہ ہو۔جیسا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تقاضا ہے کہ آدمی کا آخری عمل ہی اس کے اسلام پر دلالت کرتا ہے یہ فیصلہ یا یہ عمل کا اختتام اس وقت تک نہیں تھا جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔یہاں قرائن معتبر نہیں ہیں جیسا کہ عتیبی نے کہا ہے۔اسی طرح اللہ اور انسان کے حکم میں مساوات بظاہر مساوات ہے اور جو شخص غیر اللہ کی شرع اپناتا ہے اور لوگوں پر اسے نافذ کرتا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے کو قتل کرتا ہے تو اس پر کم سے کم شبہ مساوات کا ہی ہے بلکہ اللہ کی شرع پر تفضیل کا ہے ایسے میں (حکم بغیر ماانزل اللہ کرنے والے) حاکم کو یہ وضاحت کرنی چاہیے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے (وضعی) حکم کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فضیلت

نہیں دیتا بلکہ میں انہیں برابر بھی نہیں سمجھتا۔جیسا کہ دوسروں سے (حکم بغیر ما انزل اللہ کرنے والوں سے)استحلال کی وضاحت مانگی جاسکتی ہےاور دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔تو کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ حکم بغیر شرع اللہ کرنے والے نے صراحت کی ہو؟(کہ میں یہ اس لیے کررہا ہوں کہ میں اسے اللہ کی شرع سے بہتر سمجھتا ہوں)اب ہم آتے ہیں''التبدیل'' کی طرف عتیبی نے جو تبدیل اور استبدال میں فرق کیا ہے وہ غیر معروف ہے اس لیے کہ ان دونوں کا مادہ ''بدل'' ہے لہٰذا کسی چیز کو بدل دینا تغیر کرنا ہے اگر چہ اس کا متبادل کچھ نہ لایا جائے۔

(لسان العرب:١/١٧٦)

اسی طرح بَدّل الشیئ کا معنی ہے حَرّفه (ایضًا) لہٰذا تبدیل استبدال وتحریف کی طرح ہے اوراس کے لیے لازم نہیں کہ اس کا متبادل لایا جائے۔جیسا کہ یہود کے ہاں زنا کا واقعہ ہوا جس کا ذکر سورہ مائدۃ میں ہے:﴿وَ كَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَ عِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ﴾ یہ آپ سے فیصلے کیونکر کرواتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات ہے۔اس کی تفسیر میں امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان کے پاس وہ تورات ہے جو میں نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی جس کا یہ اقرار کرتے ہیں یہ میری وہ کتاب ہے جو میں نے اپنے ایک نبی پر نازل کی اس میں جو بھی حکم ہے وہ میرا حکم ہے یہ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اس سے انکار نہیں کرتے نہ ہی اسے ردّ کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس میں میرا حکم شادی شدہ زانی کے لیے رجم ہے وہ اس بات کو جاننے کے باوجود روگردانی کرتے ہیں۔اس کے مطابق فیصلہ کرنا ترک کرتے ہیں جبکہ اس میں میرا حکم جان چکے ہیں۔یہ میری نافرمانی اوراپنی جسارت کی وجہ سے ایسا کررہے ہیں۔(طبری:٦/٢٤٧)

اب جہاں تک تعلق ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے بیان کردہ لفظ ''نفضحهم و یجلدون'' اور ایک جگہ لفظ ہیں ''لانجد فیها شیئا'' تو عتیبی کا خیال ہے کہ یہود نے ''بَدَّلُوا'' تبدیل کرلیا تھا

یعنی متبادل لائے تھے یہ بات اس نے اپنی خودساختہ رائے کے مطابق کہی ہے کہ تبدیل اور استبدال میں فرق ہے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب تورات میں تغیر کیا تھا۔حالانکہ انھوں نے تورات میں جو کچھ کہا تھا اسے تبدیل نہیں کیا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت رجم تورات میں موجود تھی جیسا کہ طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے۔اس تورات کا وہ اقرار کرتے تھے کہ وہ حق ہے اور وہ میری وہ کتاب ہے جو میں نے اپنے نبی پر نازل کی ہے اور اس میں جو حکم ہے وہ میرا ہی حکم ہے وہ اسے جانتے ہیں اس کا انکار نہیں کرتے اسے ردّ نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ اس میں شادی شدہ زانی کے لیے میرا حکم رجم کا ہے وہ اس کے باوجود منہ موڑتے ہیں یعنی اس کے مطابق فیصلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یہ صرف میری نافرمانی کی وجہ سے یہ جسارت کررہے ہیں۔یہ معاملہ جسارت ونافرمانی کا ہے کہ وہ منہ موڑتے ہیں اور اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے "یتر کون الحکم بہ" عتیبی نے نص کو جس طرح غیر موافق مطلب پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے اس کی طبری کو ضرورت پیش نہیں آئی۔اور کیا وہ شخص جو کتاب اللہ میں موجود حکم کو زبانی طور پر تبدیل کردیتا ہے مگر کتاب میں تبدیلی نہیں کرتا اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جب ان لوگوں کو طبری کے الفاظ کی وجہ سے مشکل پیش آئی اس آدمی کے بارے میں کہ اللہ کی شرع تبدیل کر کے اس کی جگہ متوازی شرع رکھتا ہے اور لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔اور جو اللہ کے حکم کی طرف دعوت دیتا ہے اسے قتل کرتا ہے تاکہ ان کے لیے یہ امر شدید نہ ہو؟۔

پانچویں مسئلہ میں عتیبی نے بخاری رحمہ اللہ کی دوعبارتوں پر توضیح کی ہے یہ کہہ کر:اقول:فیھا افھم...... میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اور اس کی جگہ دوسرا حکم لے آئے اور یہ سمجھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔یہ عتیبی کا قول ہے طبری کا بیان نہیں ہے جبکہ ان دونوں کے علم میں بہت فرق ہے۔

چھٹا مسئلہ: ابن حجر رحمہ اللہ سے اس نے جو دلیل پیش کی ہے وہ اس کے خلاف جا رہی ہے جبکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا مرتدین کی تیسری قسم کے بارے میں جو قول ہے تو اس میں وہ مرتدین شمار کیے گئے ہیں جنھیں عتیبی نے القرون الواحد والعشرین میں ثابت کیا ہے۔اس لیے کہ وہ (مرتدین قسم ثالث) دین میں تبدیل کردہ حکم کو اللہ کا حکم سمجھتے ہیں (کس طرح خواہشات کسی آدمی کو اس طرح کرنے پر آمادہ کرلیتی ہیں) جبکہ مرتدین کا مسئلہ تو آسان ہے جیسا کہ قاضی کی عبارت ہے کہ:"لکنھم جحدوا الزکاۃ" انھوں نے زکاۃ کا انکار کیا یعنی زکاۃ دینے سے رک گئے اور یہ تاویل کی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔اگر یہ تاویل جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب کی گئی جائز ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے معتبر مانتے اور علماء امت ،قاضی وابن حجر بھی مرتدین سے (یہ تاویل قبول کر لیتے) تو ان لوگوں کا اس آدمی کے بارے میں کیا کہنا ہے جو شرع تبدیل کرتا ہے (چاہے عتیبی اسے تبدیل کہے یا استبدال) اور اس کی جگہ خودساختہ شریعت رکھتا ہے اور لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔

ساتواں مسئلہ: استبدال، یہ افسوس ناک بات ہے اس لیے کہ اس نے ایسی اختراع کی ہے کہ اس کا معنی ومطلب عربی زبان میں کچھ بھی نہیں ہے پھر وہ استدلال کرتا ہے تاکہ یہ باور کرواسکے کہ یہ صورت بالفعل موجود ہے۔اور جس نے بھی تبدیلی کی یا نئی بات کہہ دی تو اس نے وہ نئی بات متبادل کے طور پر کہی ہے۔پھر اس نے اس کی صورت میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ (استبدال یہ ہے کہ) اللہ کے نازل کردہ کو تبدیل کر دے بغیر تکذیب استحلال، تفضیل اور مساوات کے اور اس اظہار کے بغیر کہ وہ نہ تو حلال سمجھ رہا ہے نہ انکار کر رہا ہے اور نہ ہی برابری اور نہ ہی افضلیت کر رہا ہے۔کیا جو شخص حلال سمجھ رہا ہے اس پر یہ صراحت واجب ہے کہ وہ استحلال کا اظہار کرے مگر جو مساوات یا افضلیت کا قائل ہے وہ اس کا اظہار واعلان نہ کرے حالانکہ اس کے استبدال

سے تو خود ہی یہ سب کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ پھر اس نے اس کو کفر اصغر کہا ہے یہ اس نے اپنی طرف سے حکم لگایا ہے۔ ہم اس بات میں مخالفت نہیں کر رہے کہ بغیر ما انزل اللہ کے مطابق مطلق حکم وفیصلہ کفر اکبر نہیں ہے۔ یہ تو خوارج کی رائے ہے۔ لیکن حکم مطلق یا تشریع مطلق بغیر ما انزل اللہ جو ہے یہ دوسرا معاملہ ہے کوئی بھی سلفیت کا دعویٰ کرنے والا ایسی دلیل نہیں لا سکا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ (تشریع مطلق) ایسا ہی گناہ ہے جیسا سگریٹ پینا یا غیر عورت کو دیکھنا۔

اس کے پیش کردہ دلائل

① ظالم کی عدم تکفیر پر اجماع ہے۔

افسوس کہ یہ شخص جدل واستدلال کے بنیادی اصول وقواعد تک سے واقف نہیں ہے یہ نزاع واختلاف کے موقع پر اختلافی دلیل پیش کر رہا ہے اس لیے کہ اگر ہم یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ شرع کو استبدال یا تبدیل کرنے والا ظالم ہے تو پھر بحث ہی ختم ہو جاتی۔ ظالم کی عدم تکفیر پر جو اجماع ہے ہم اس کی مخالفت نہیں کر رہے نہ ہی ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا قول ہم ردّ کر رہے ہیں لیکن ہم دونوں باتوں میں فرق کرتے ہیں ایک وہ جس پر اجماع ہے اور ایک تشریع مطلق ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔

② عتیبی کی دوسری دلیل۔

وہ کہتا ہے کہ تشریع مطلق کے کفر اکبر ہونے پر بھرپور دلائل نہیں ہیں جبکہ یہ تشریع مطلق کفر اکبر کے لیے بنیاد ہے۔ ہم کہتے ہیں: اس کے لیے جو دلیل مانگتا ہے تو وہ سورۃ مائدہ کی آیات اور دیگر ان آیات کو جو بار بار توحید اور حکم وقبول الشرع سے متعلق ہیں ان کو ان ظاہری معنی سے پھیرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان آیات سے ان کا ظاہر مراد نہیں سوائے استحلال کے اور یہ لوگ تشریع مطلق اور گناہوں کو یکساں سمجھتے ہیں اور جب اس آدمی نے یہ تاویل اپنا لی ہے تو وہ توحید اور

اطاعت کے مفہوم سے غافل ہوگیا ہے۔اس بارے میں ہم ائمہ اہل سنّت کے اقوال عنقریب پیش کریں گے۔جس طرح یہ شخص توحید سے غافل ہے اسی طرح یہ عام قواعد سے بھی غافل ہے اس لیے عام قواعد اور دیگر دلائل میں تطبیق نہیں دے سکتا ورنہ یہ جو تبدیل واستبدال سے شارع کا جو مقصد مراد لیتا ہے وہ مقصد اسے بھی صحیح سمجھ میں آجائے گا۔اور اس کی اتباع کرنے والوں کو بھی۔

پھر دوسرا مسئلہ: اس صورت کے مسائل میں سے (یہ ہے کہ)جس نے استبدال کرنے والے کو کافر کہا تو اس نے مجرد تارک کو کافر قرار دیدیا۔ہم پوچھتے ہیں عتیبی نے یہ صورت کہاں دیکھی ہے کہ اسے اپنے قول کے لیے دلیل بنارہا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مبدل ومستبدل دونئی شریعت لانے والے ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا ہے اور فیصلہ نہ کرے۔لہٰذا ترک کی وہ صورت جو عتیبی نے تصور کی ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے اس لیے وہ کوئی اور مسلسل مروزی کے اقوال کو دہرارہا ہے جس سے ہمارے قول کا ثبوت ملتا ہے اس نے بے فائدہ خود کو تھکا دیا ہے ان تفصیلات بیان کرنے میں جن میں فریق مقابل کو کسی قسم کا اختلاف ہی نہیں ہے یعنی یہ کہ نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کے ترک پر کافر نہیں کہا جاسکتا (اگرچہ یہ اختلافی مسئلہ ہے)فقہ کی کتب میں بیان ہوا ہے۔مگر ہم جس مسئلے میں گفتگو کررہے ہیں وہ یہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ بات حکم بما انزل اللہ کی ترک کی نہیں ہورہی ہے بلکہ متوازی شریعت بنانے کی اور اس کے نفاذ اور تحکیم کی ہے(اس لیے کہ دین وہ ہوتا ہے جس کا لوگوں کو مطیع بنالیا جائے کاش کہ عتیبی کی سمجھ میں آجائے)۔

پھر اس کے بعد عتیبی نے حروریہ خوارج کے بارے میں اہلسنّت کے جو اقوال پیش کیے ہیں ان کا یہاں استدلال سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تحریف ہے کلام کو اپنے مقام سے تبدیل کرنا

ہے۔آجری رحمہ اللہ کا خوارج کے بارے میں قول ہے کہ جب یہ دیکھتے ہیں امام حق کے بغیر فیصلہ کررہاہےتو(کہتے ہیں)اس نے کفر کیااور جس نے کفر کیااس نے رب کے ساتھ خود کو برابر کرلیا ۔یہ ائمہ مشرک ہیں۔اس قول سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ جو وہ بات کررہے ہیں :ا۔امام کے بارے ۔۲۔ناحق فیصلہ کرتا ہو۔جبکہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے (اختلاف سے تعلق نہیں رکھتیں)اختلاف کے خلاف ہیں۔اس لیے کہ اختلاف اس امام کے بارے میں نہیں ہے جو ناحق فیصلہ کرتا ہے جیسا کہ بنوامیہ اور بنوعباس کے خلفاء کرتے تھے جن کے بارے میں ائمہ کے اقوال موجود ہیں اموی وعباسی دور میں اوراس کے بارے میں ہی ابن عبدالبر،قرطبی اورابوحیان وغیرہ کے اقوال ہیں۔

تیسرااور چوتھامسئلہ: معلوم نہیں ان کی کیا دلیل ہے؟ تیسرے میں عتیبی ثابت کرتے ہیں کہ جس نے استبدال کی وجہ سے کسی کو کافر کہا اس پر لازم ہوگیا کہ وہ الحکم بغیر ماانزل اللہ کی تمام صورتوں کی وجہ سے تکفیر کرے۔یہ ایسی چیز کو لازم کرنا ہے جو لازم نہیں ہے اور نہ یہ ہم نے کہا ہے۔

چوتھامسئلہ: کہ جس نے استبدال کی وجہ سے کافر قرار دیدیا اس پر لازم ہوگیا کہ گناہگاروں کوکافر قرار دے۔حالانکہ اسی آدمی (عتیبی)نے ایک اور جگہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قول کے ساتھ جو لازم ہے اس کے ساتھ کسی اور کو لازم نہیں کرسکتے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ یہ ہمارے قول کے ساتھ شروع سے ہی لازم نہیں ہے اس لیے کہ اہل سنّت جس چیز کو کفر کی بنیاد سمجھتے ہیں اس کا مرتکب گناہوں اور معاصی کے مرتکب سے الگ اور مختلف ہے۔لہٰذا یہ استدلال بھی اس موقع پر صحیح نہیں ہے ۔

پانچواں مسئلہ: ہم نہیں جانتے کہ عتیبی کی عقل نے اس کے لکھنے کو کیسے صحیح مانا۔اس لیے کہ

وہ مانتا ہے کہ شرع کی تبدیلی کی کوئی حد نہیں ہے چاہے پوری شرع کو تبدیل کیا جائے، ایک تہائی یا ایک چوتھائی کو۔ یہاں معاملہ زیادہ وسیع ہے مگر صاحب عقل ہی اسے سمجھ سکتا ہے اس لیے کہ بات اس اعلیٰ دستور کی ہے جسے حاکم شہریوں پر لازم قرار دیتا ہے اپنی پارلیمنٹ کی سستی اور موافقت کی وجہ سے۔ جو کہ صراحت کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ کی شریعت تمام شریعتوں کا منبع ومصدر ہے یا اس سے بھی اچھے الفاظ میں یوں کہتا ہے کہ یہ مصدر رئیسی ہے قانون کا (سپریم لاء ہے) پھر لوگوں سے اس پر عمل کرواتا ہے۔ اگر چہ شرع کے کچھ ریزے بھی اس کے بعض قوانین میں موجود ہوں اس بات کا اس میں اثر نہیں ہوگا کہ شرع میں تبدیلی کردی گئی ہے یا استبدال (بدلے میں قانون لانا) ہوا ہے۔

چھٹا مسئلہ: عتیبی نے ظاہر و باطن کے تلازم کے قاعدے میں اختلاف و جھگڑا کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں اس کا کوئی تعلق نہیں ہے پھر دلیل کے لیے ایک مثال پیش کی ہے ایک چور اور زانی کہ یہ ماننا صحیح نہ ہوگا کہ ان کے ظاہری عمل سے ان کا ایمان مکمل طور پر زائل ہوگیا ہے۔ یہ تو ہم بار بار پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں ہمیں بال برابر اختلاف نہیں ہے لہٰذا اس میں تنازعہ کی گنجائش نہیں بلکہ یہ تو ہمارے ذکر کردہ موقف کی تائید ہے کہ اس شخص (عتیبی) نے گناہ اور کفر کی بنیاد میں تمیز ہی نہیں کی۔

آٹھویں حالت تقنین (قانون سازی): یہاں عتیبی مضطرب ہے الجھن کا شکار ہے لہٰذا اس نے ہماری ہی بات کو ثابت کیا ہے جیسا کہ وہ پہلی حالت میں کہتا ہے مسئلہ ثانیہ ص۴۳ میں کہ آدمی کوئی عمل کرے اور اپنے لیے صراحت کے ساتھ تشریع کا حق ثابت کرے صرف فعل سے نہیں ۔تو یہ آدمی کفر اکبر کا مرتکب ہے اس کے کفر میں شک نہیں الحمدللہ کہ اس کی زبان سے حق جاری ہوگیا اور اسے احساس بھی نہ ہوا۔ باوجودیکہ ہم نے تصریح کی استثناء کی تھی اور تشریع کے ایک بنیاد

وصفت میں صرف فعل کا کہا تھا۔اس کا دعوٰی عتیبی نے حالت ثانیہ میں کیا تھا مگر ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمان کے پاس عقل نہیں ہوتی کہ وہ اپنے اردگرد کے حالات سمجھ سکے اور لوگوں کے مقاصد سے آگاہ ہو سکے؟ عتیبی صراحت سے کیا مراد لیتے ہیں؟ جب حاکم بار بار کہے کہ دستور (وہ صراحت سے کہتا ہے کہ شرع اسلامی ان وضعی قوانین کی طرح ہے جو مغرب کے قانون سے ماخوذ ہیں یا جنھیں ہماری دستور ساز اسمبلی نے بنایا ہے یہ سب برابر ہیں) اور یہی (دستور ایسا ہے کہ) لوگوں کو اس کے تابع کیا جاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سزاء دی جاتی ہے جبکہ شریعت صرف تشریع وقانون سازی کا ماخذ ہے؟ کیا اس (حکمران وحاکم) کی مراد یہ نہیں ہے کہ شریعت اسلامی دیگر قوانین کے برابر ہے؟ اب عتیبی ایسی کون سی صراحت چاہتے ہیں کہ جس سے قانون وضعی اور شریعت اسلامی کا مساوی ہونا ثابت ہو؟ اور یہ اس طرح کی فرض کردہ صراحت کہاں سے لائے گا؟ یہ زبردستی کا فیصلہ کہاں سے لائے ہیں؟ اور جب حاکم نے ملک میں دستور اعلیٰ (سپریم لاء) اس وضعی قانون کو قرار دیا ہے تو کیا وہ صراحت نہیں ہے جس سے شریعت اور وضعی قوانین کی برابری ثابت ہوتی ہے؟

عتیبی کا یہ قول کہ یہ لازمی بات ہے کہ آپ اس مقام پر امام ابن قیم رحمہ اللہ کی تقریر سنیں جو اس موضوع کا احاطہ کررہی ہیں ''ظاہر عمل سے تخلف بغیر کسی عذر کے باطن میں فساد کی دلیل اور ایمان سے خالی ہونے کی دلیل ہے۔اور اس کی کوتاہی ایمان ناقص کی دلیل ہے''! میں نہیں جانتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق فرمایا ہے ''حیاء ایمان کا حصہ ہے'' اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔بعض فاضل علماء نے استدلال کیا ہے کہ جس نے شریعت میں قانون سازی کی وہ طاغوت ہوگیا اور پھر کافر ہوگیا یہ عجیب اختلاف ہے جب شریعت ساز اور غیر ما انزل اللہ کا قانون بنانے والا کافر ہے تو کیا وہ طاغوت کے وصف میں شامل نہ ہوگا۔بلکہ یہ طاغوت بننے سے

پہلے کافر ہو گیا۔اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص کفر کرنے والے سے متفق ہو یہ کفر نہیں بلکہ یہ گناہ ہے اس کی دلیل امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں اس طرح آئی ہے:

حدثنا مسدد حدثنا بشر بن المفضل حدثنا الجريری وحدثنی قيس بن حفص حدثنا اسماعيل بن ابراهيم اخبرنا سعيد الجريری حدثنا عبدالرحمن بن ابی بكرة عن ابيه رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اكبر الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وشهادة الزور وشهادة الزور ثلاثا اور يقول الزور فما زال يكررها حتی قلنا ليته سكت.

ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اکبر الکبائر اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی۔جھوٹی گواہی تین مرتبہ فرمایا آپ اس آخری کلمے کو بار بار دھراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا شاید آپ خاموش نہ ہوں گے۔

کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور کفر نہیں ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ شرک کفر ہے کبیرہ گناہ بعد میں ہے۔باجود اس کے کہ کبیرہ گناہ بھی ہے بلکہ اکبر الکبائر اور کفر بھی ہے۔مشرک کا کفر بھی کئی دوسرے مقامات سے ثابت ہے جس میں طاغوت کے وصف سے شامل نہیں ہے۔بلکہ جب شریعت سازی کرنے والے نے کفر کیا تو وہ طاغوت کی بہت اونچی قسم میں شمار ہوا۔یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو پیدا کرنا توحید ربوبیت کے ساتھ خاص ہے۔

نویں حالت یہ ہے: عتیبی نے پھر دھراتے ہوئے اپنی پہلی بات ذکر کی کہ اگر چہ شریعت سازی کرنے والا اس کو حلال نہ سمجھتا ہو۔یہ اس کی تکذیب کرنے والا یا انکار کرنے والا۔یا اس کی

برابری کرنے والا یا اللہ کے حکم پر اپنی شریعت سازی کو افضل سمجھنے والا تو یہ ساری اقسام کفر اصغر کی ہیں۔ہم اپنی تقریر دوبارہ ذکر کرتے ہیں جو پہلے حالات میں بیان کی تھی۔ بے شک یہ آدمی دلائل پیش کرتا ہے کہ معصیت کا مرتکب کافر نہیں لیکن وہ اس کی کوئی دلیل نہ لایا کہ معصیت کی یہ صورت ابتداء کی تھی۔

عتیبی نے سورۃ مائدہ کی آیت میں بار بار کہا ہے کہ یہود نے اللہ کے احکام کو تبدیل کیا۔ نہ تورات میں ثابت ہے۔حقیقت میں وہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ بے شک رجم کا حکم تورات میں مدون رہا جو وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں لائے یہ حدیث کی تصریح ہے بے شک اس واقعہ میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا بے شک وہ رجم میں بغیر شریعت کے فیصلہ کرتے تھے اور ہمیشہ اقرار بھی کرتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔لیکن عتیبی نے امام طبری رحمہ اللہ کے فہم کو نہ مانا اور اپنا خاص مقصد نکالا۔پس کون زیادہ اتباع کا حق رکھتا ہے امام طبری رحمہ اللہ یا عتیبی۔ مجھے خبر دیجیے اگر تم سچے ہو۔

مبحث ثالث: اختتامیہ

اس مبحث میں ہم عتیبی کے بیان کردہ فصل سادس وسابع میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول اور پھر اپنے اوپر لگنے والے اتہامات کے ردّ سے متعلق بات کریں گے۔

چھٹی اور ساتویں فصل میں عتیبی نے اپنی محنت وہاں ضائع کی ہے جہاں نہیں کرنی چاہیے تھی پھر اس نے غفلت یا تغافل سے کام لیا ہے کہ جس چیز کو پیش کرنا اور اس پر ردّ کرنا (اگر ممکن تھا) ضروری تھا (اس کو پیش نہیں کیا) اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مشہور قول پر دلائل پیش کیے

ہیں جو ان کے شاگردوں طاؤس عطاء وغیرہ نے نقل کیا ہے یعنی کفر دون کفر حالانکہ ہم اس کے متعلق استعمال کے مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ ان کا فتویٰ ہے جو محدود موقع یا بنیاد وصفت کے لیے ہے یعنی بنوامیہ کے حکمرانوں کا ظلم جو خوارج نے آیت سے استدلال کیا تھا کہ یہ کافر ہیں۔ یہ بات علامہ احمد شاکر نے تفسیر طبری پر کی جانے والی اپنی تحقیق میں کہی ہے۔ یہ ہم اس موقع پر بیان کریں گے جب عتیبی کا حق سے غفلت کا تذکرہ کریں گے۔

عصر حاضر کے تین ائمہ

جہاں تک تین علماء شیخ عبدالعزیز بن باز، ابن عثیمین اور الالبانی کی بات نقل کرنے کا تعلق ہے مذکورہ تینوں علماء کی علمیت میں اہلسنّت کے ہاں دو رائے نہیں ہوسکتیں مگر ہم کسی کو معصوم قرار نہیں دے سکتے۔ البتہ ہم یہاں جو کچھ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص معصوم عن الخطاء نہیں ہے اگرچہ اس اصول پر تمام لوگوں (مسلمانوں) کا اتفاق ہے مگر عملاً ایسا ہو رہا ہے کہ لوگ بڑے علماء کے بارے میں خطاء کا تصور نہیں کرتے اور اس عمل میں اس دور کی اسلامی جماعتیں بھی شامل ہیں جو اپنے ائمہ اور مرشدین کے بارے میں ایسے ہی عقائد رکھتی ہیں۔ جبکہ ہم ایسا نہیں کرسکتے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دھوکہ اس شخص کو ہوسکتا ہے جس نے اہلسنّت کے مذہب میں پختگی اختیار نہیں کی ہے۔ اور اس عالم کو ہوسکتا ہے جو اس دھوکے کے نقصانات سے واقف نہیں ہے۔

② جو باتیں علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے منقول ومروی ہیں تو اس موضوع و بحث میں وہ

متضاد ہیں ہمارے خیال میں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں وہ خود الجھن کا شکار ہیں بلکہ اس کی وجہ ہے مختلف وجوہات یا مقامات جن کے بارے میں ان سے سوال کے گئے ۔سوال کی صورت ہی عام طور پر جواب کی شکل متعین کرتی ہے ۔اکثر فتوٰی لینے والے یا تو سوال گھما پھرا کر کرتے ہیں یا سوال کا ایک حصہ ذکر نہیں کرتے ان کے خیال میں وہ ضروری نہیں ہوتا اس طرح فتوٰی دینے والا (سوال کے مطابق) محدود جواب دیتا ہے ہم نے ابن باز رحمہ اللہ سے ان کا قول نقل کیا ہے جو بغیر ما انزل اللہ حکم کرنے والے سے متعلق ہے اگر وہ قبول ہو تو صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمالیں ۔ہم نہیں سمجھتے کہ ابن باز جیسی علمی شخصیت کے اقوال میں تضاد ہوگا جیسا کہ عتیبی اور اس کے ساتھیوں کا خیال ہے ۔لیکن ہم (مختلف دلائل کی تطبیق میں) ہم اہلسنّت کے خالص طریق و منہج کی اتباع کرتے ہیں ۔جہاں تک بھی تطبیق کا امکان ہو بلکہ اکثر علمی ،منطقی اور موضوعی (دلائل میں) ایسا ہوتا ہے ۔

③ جہاں تک بات ہے شیخ عثیمین رحمہ اللہ کی تو ہمارے لیے ان کا وہ فتوٰی کافی ہے جو انھوں نے حاکم بغیر ما انزل اللہ سے متعلق دیا تھا ۔پھر ان کا دوسرا فتوٰی آیا جس سے سابقہ فتوٰی کے ساتھ تناقض ظاہر ہوا ۔اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عتیبی جو کہ ائمہ ثلاثہ کی علمی شان و مقام کا دعوٰی کرتے ہیں کس طرح ان کے اقوال میں تضاد ثابت کر رہے ہیں ۔گویا عثیمین نے حاکم بغیر ما انزل اللہ کے بارے میں جو فتوٰی دیا تھا اس وقت وہ تعلیم حاصل کرنے کے مرحلہ میں تھے جبھی تو کہتے ہیں :''یہ لوگ اسلام شریعت کے مقابلے پر قوانین یہ سمجھ کر بناتے ہیں کہ یہ زیادہ مفید ہیں''۔عتیبی نے یہ ثابت کیا ہے کہ گویا عثیمین اپنے اس فتوٰی سے رجوع کر چکے ہیں جو ان کے مدون اور شائع شدہ فتاوٰی میں موجود ہے ۔رجوع اس فتوٰی کی طرف کیا گیا ہے جو بعد میں دیا گیا ہے جو فون پر دیا گیا ہے جسے عتیبی نے ڈھالا ہے یا شائع کیا ہے ۔(یعنی ایک فتوٰی جو پہلے

شیخ عثیمین کا ان کی کتاب (فتاوٰی) میں شائع ہو چکا ہے مطبوعہ ہے اور دوسرا فتوٰی فون پر دیا گیا ہے جس کو نشر کرنے یا پھیلانے والے عتیبی ہیں) یہ ہے وہ مکمل احترام جو عتیبی ان ائمہ زمانہ کو دے رہے ہیں؟ جبکہ اہلسنّت کا طریقہ (دلائل میں تطبیق دینے میں) یہ ہے کہ پہلے دیکھا جائے کہ فتوٰی دینے کی وجوہات وحالات جن کی وجہ سے فتوٰی دیا گیا ہے؟ اس کے بعد کسی عالم وامام کے مقام ومرتبہ پر اعتراض کریں۔ جبکہ یہاں ہم یہی صورتحال عثیمین کے دونوں اقوال کی تطبیق میں ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ عثیمین نے کہیں بھی اپنے فتوٰی میں تبدیلی یا رجوع کی بات نہیں کی صراحتاً نہ اشارۃً۔ تو پھر عتیبی نے شیخ کا پہلے والا فتوٰی کیوں ردّ کیا ہے؟ اپنے خاص مقصد کے لیے؟ کیا شیخ عثیمین کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ کہہ دیتے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اب میں اپنے فتوٰی سے رجوع کرتا ہوں اور وہ فتوٰی لینے والے اور اپنے کثیر تعداد میں موجودہ شاگردوں کو بتا دیتے؟ تا کہ وہ بھی ان کے سابقہ فتوٰی سے رجوع کر لیتے اور ان کا صرف دوسرا فتوٰی ہی ان سے نقل کر کے آگے بیان کرتے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ شیخ عثیمین عتیبی جیسے لوگوں کا انتظار کرتے رہے کہ وہ ان کے اقوال کی تصحیح کریں؟ اور جو قول منسوخ ہے اس کی تنسیخ کریں؟ اور لوگوں کے سامنے اسے بھرپور طریقے سے واضح نہ کریں۔ اس طرح کے معاملات ایسے اندازوں اور تخمینوں پر نہیں چھوڑے جاتے کہ عتیبی جیسے لوگ انہیں کھیل بنالیں۔

④ اب بات کرتے ہیں محدث زمانہ شیخ ناصر الدین الالبانی کے بارے میں۔ ان کے اوران کے مذہب کے بارے میں بات کرنا بہت احتیاط کا متقاضی ہے۔ ان کے متبعین اور سوال کرنے والوں نے ان کی حدیث کے معاملے میں عظمت کو ان کے فقہ اور عقیدے میں مقام کے ساتھ خلط کیا ہے۔ حدیث میں وہ بہت ہی قابل اور مانے ہوئے عالم ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر شیخ محمد بن ابراہیم اور شیخ دوسری کی بات حدیث کے معاملے میں البانی سے

معارض ہوتو ہم ترجیح البانی کی بات کو دیں گے اور اگر عقیدہ وفقہ میں معارض ہوتو ترجیح محمد بن ابراہیم اور دوسری کو ہوگی۔کیا یہ طریقہ زیادہ مناسب اور زیادہ حق وتقوٰی کے قریب نہیں ہے؟ شیخ البانی نے متعدد مقامات پر صراحت کی ہے کہ وہ ایمان وعمل اور ان میں سے ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ کیا تعلق اور مقام ہے؟ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے زبان سے اقرار اور دل کا قول وعمل۔جبکہ اعضاء کے اعمال ایمان کے ارکان میں شامل نہیں بلکہ یہ اس کی تکمیل کا ذریعہ ہیں [1] رکن وشرط کے فرق میں شیخ الجھن واضطراب کا شکار ہوئے ہیں جیسا کہ ایمان وعمل کے باہمی تعلق کی تعریف میں اضطراب کا شکار ہیں لہٰذا لفظی طور پر انھوں نے اہل سنّت اور حقیقت میں احناف کی موافقت کی ہے۔

یہ بات شیخ البانی کے محدث ہونے کی اہمیت اور مرتبت میں کمی نہیں کرتی وہ حدیث کے محقق اور عظیم القدر عالم ہیں مگر حق ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس مقام پر البانی سے پہلے بھی بہت سے اکابر محدثین سے لغزشیں ہوئی ہیں جیسے ابن حجر عسقلانی حالانکہ وہ علم حدیث میں بہت بڑا مقام رکھتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ (ہماری تحریر دیکھ کر) عتیبی اپنے ہم خیال لوگوں میں یہ چرچا کرتا پھرے گا کہ امت کے عالم البانی کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ کچھ لوگوں نے ان پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا ہے اور ان کو ان کے مقام ومرتبہ سے گرادیا ہے لہٰذا البانی سے محبت کرنے والو

---

[1]: شیخ نے زمانے کے ایک مرجئہ جو حلبی کے نام سے مشہور ہیں ان کے قول سے دلیل لی ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے جہاں وہ ایمان کے بارے میں سلف کے اقوال پر بحث کرتے ہیں تو سلف کے قول کہ: ایمان دل کے اعتقاد، زبان کے اقرار اور اعضاء کے ارکان کا نام ہے۔ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ اعمال ایمان کے کمال کے لیے شرط ہیں اسی لیے انھوں نے کمی بیشی کی بات کی ہے یہی مراد لیا جاتا ہے کہ شیخ کے مذہب کے مطابق کمی وبیشی سے جو مراد لیا جاتا ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اعمال ایمان کے مرکب میں رکن ہیں۔حقیقۃ الایمان عند الشیخ البانی۔محمد بن رحیم اور ہماری کتاب ''حقیقۃ الایمان'' ملاحظہ فرمائیں جہاں ایمان کے درجات اور عمل کے اس کے ساتھ تعلق کی تفصیل مل جائے گی۔

اٹھو اپنے شیخ کی مدد کرو۔وغیرہ وغیرہ۔

ہم دوبارہ عتیبی کی طرف آتے ہیں کہ اس نے بے سوچے سمجھے جو الزامات لگائیں ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لیے کہ میں یہاں ثابت کررہا ہوں کہ البانی نے اس امت کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور حدیث کی تحقیق اور کتب میں احادیث کی تخریج کا جو کام انھوں نے کیا ہے ان شاء اللہ رب کے ہاں وہ انہیں بہت فائدہ دے گا۔لیکن حق زیادہ حق دار ہے اتباع کا ان معاملات میں ہم مدخلی کی طرح حسد کے مارے ہوئے نہیں ہیں کہ اس نے سید قطب رحمہ اللہ پر کفر کا فتوٰی اور مختلف الزامات لگادیے، مدخلی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا اعلیٰ درجہ بھی سید قطب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے کے پاؤں کی دھول تک نہیں پہنچ سکتا۔اس کے ساتھ ساتھ اس کے قلم نے ادبی لغزشیں بھی بہت کی ہیں۔دونوں میں زمین وآسمان، ثریا وثری کا فرق ہے۔

اب ہم آتے ہیں آٹھویں فصل کی طرف عتیبی نے اپنے مجمل جواب میں جو کچھ لکھا ہے جس کا مقصد کچھ نہیں۔اور پھر ہم ان اقوال کی طرف آئیں گے جو اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں سے ارجاء کے الزامات ختم کرنے کے لیے پیش کیے ہیں۔

① اگر اہل بدعت کے کچھ اقوال اہلسنّت کے بعض اقوال کے موافق ہو جائیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو بدعتی نہ کہا جائے یا بدعت کی صفت کی نفی کی جائے۔ایک معمولی سا علم رکھنے والا بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ مختلف فرقوں کے بعض اقوال اہلسنّت کے اقوال کے ساتھ موافق ہوتے ہیں اور فرقے جو اصول ہوتے ہیں اور بنیادی باتیں ہوتی ہیں وہ مختلف ہوتی ہیں۔

② مختلف فرقوں کے اقوال دوسرے فرقے کے ان اقوال کے بھی موافق نہیں ہوتے جو اس فرقے سے بنا ہو۔مثلاً مرجئہ کے مزید بیس فرقے بنے ہیں جو ایک دوسرے کے کہیں کم اور

کہیں زیادہ اختلاف رکھتے ہیں۔

③ ہمیشہ سے اہل بدعت مسلمانوں میں ہی پیدا ہوئے ہیں اور آخری زمانے تک پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ مرجئہ گروہ جس نے اپنے اندر ارجاء عقدی جمع کیا ہے یہ تقلیدی ارجاء سے مختلف شکل رکھتا ہے اگر چہ دونوں کے پیدا ہونے کی وجہ ایک ہے یعنی ایمان اور عمل کے ساتھ اس کے تعلق میں غلط فہمی۔اور صوفیت عملیہ جو اس تقلید کی پیداوار ہے جس کی وجہ سے خفیہ بے دین فرقوں کے متبعین پیدا ہوتے ہیں کہ یہ لوگ عملی طور پر دین کو سیاست سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور اپنے متبعین کو ائمہ کے بارے میں بات کرنے سے ڈراتے رہتے ہیں۔ائمہ سے مراد یہ مسلمان قوم کے حکمران لیتے ہیں ہمارے خیال میں اس طرح کے گروہ کا پیدا ہونا کچھ عجیب نہیں ہے نہ ہی تاریخ اسلامی میں کوئی نئی بات ہے اور تاریخ عقائد میں تو یہ عام سی صورت میں ہوتا ہے۔

④ اور خاص صورت میں ہو۔تو اس بات کا اقرار کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ اقرار کرنے والا ارجاء کی بدعت سے کلیۃً نکل گیا۔ائمہ میں سے جس نے یہ کہا تو وہ تقریر وثبوت کے اہمیت کے پیش نظر اور عقیدہ اہلسنّت کے ساتھ پختہ شرائط تعلق اور مقام کی بناء پر کہا ہے اس کے لیے دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: من قال لاالہ الااللّٰہ خالصًا من قلبه دخل الجنة. ”جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا“۔مرجئہ کے علاوہ اہلسنّت میں سے کسی نے اس کو عموم کے ساتھ نہیں لیا ہے۔اس لیے کہ یہاں عموم کو مخصوص کیا گیا ہے اس شہادت کے مکملات مقتضیات اور لوازمات کے ساتھ۔اسی طرح ان ائمہ کے اقوال جن سے عتیبی نے استشہاد کیا ہے کہ جس نے ایسا کہا وہ ارجاء سے خارج ہو گیا یا اس طرح کی دیگر باتیں ہوں یہ بھی تعمیم (پر محمول) ہیں اس کے لیے زیادہ مناسب یہ تھا کہ فصیح عربی کلام کو سمجھنے میں اس طرف اشارہ کرتا۔

⑤ اس بناء پر (یہ کہا جاسکتا ہے) کہ یہ اقرار کہ ایمان قول وعمل کو کہتے ہیں اس سے کہنے والے کے لیے لازم نہیں آتا کہ وہ یہ بھی اقرار کرے کہ عمل ایمان کی حقیقت و ماہیت کا رکن ہے جیسا کہ علامہ البانی کی رائے اور مذہب کا حال ہے کہ یہ ایمان کی تکمیل کے لیے ہیں ان میں اضافہ وکمی ہوتی ہے۔اس قول اور سلف کے قول میں فرق یہ ہے کہ سلف کا قول ایمان کی ایسی تعریف نہیں کرتا کہ جس کا کم از کم حصہ بھی کمی وبیشی کو قبول نہ کرتا ہو بلکہ اضافہ وکمی ایمان کے تمام مرکبات میں ہوتا ہے۔علم۔تصدیق۔التزام۔انشاءا۔تنفیذاً۔وانقیاداًاور یہ بہت بڑا فرق ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ سلف کے اقوال سے اس باریک فرق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی ایسی تحقیق وتلاش کی جائے جو ہر ایک کی تشریح پر مبنی تلاش ہو صرف اقوال جمع کرنا اور انہیں مرتب کرنا نہ ہو۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ محققین جو کچھ لکھتے ہیں تلاش کرنے والے کی عقل اس تحقیق کو سمجھنے سے قاصر وبعید ہوتی ہے یہ بُعد رکاوٹ پیدا کرتا ہے نصوص کی تلاش اور ان سے معانی کے استنباط میں۔بہت سے عوام وخواص کے نفوس میں یہ بات بیٹھی ہوتی ہے کہ وہ تمام لوگ فہم وعقل میں برابر ہیں نفس کے لیے یہ اقرار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اپنی کم عقلی کا اعتراف کرے اور کسی چیز کو سمجھنے سے عاجز ہونے کا اقرار کرے۔اللہ نے ہی ہر چیز تقسیم کی ہے اور اس کی تقسیم عیوب سے پاک ہے۔

⑥ ہماری ان گزارشات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے اقرار سے کسی آدمی کے سنّی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ وہ کمی بیشی کو ایمان کی ماہیت سمجھتا ہو جس کا ایک رکن عمل ہے۔عمل کو شرط نہ مانتا ہو جو کہ عمل کی ماہیت سے خارج کرتا ہے۔رکن اور شرط الگ الگ ہیں جیسا کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

⑦ عمل کا ایمان کے جنس سے ہونے کی اپنی خاصیت ہے ❶ جس سے یہ گروہ غافل ہے۔

اس لیے کہ یہ گروہ ایمان کے مفہوم اور اس کے ساتھ عمل کے تعلق و مقام کو ایک لحاظ سے خلط کیا ہے اور دوسری وجہ ہے جزئی نظر کی عادت جو خالص طور پر ان لوگوں میں ہوتی ہے جو اصولِ فقہ کا زیادہ علم نہیں رکھتے اور نئے ارجائیہ فرقہ کی یہ امتیازی خصوصیت اور صفت ہے۔ جب ان کے لیے علم حدیث کی طرف نسبت کرنا آسان ہوا تو ہم اسی اصطلاح میں بات کرتے ہیں کہ عمل کا ترک کرنا ایسا نہیں ہے جیسے خبر واحد کا ترک کرنا اس لیے کہ عمل کو کلی طور پر ترک کرنا ایمان کو معیوب بناتا ہے (اس لیے کہ) یہ اس کا رکن ہے جبکہ خبر واحد کو ترک کرنا گناہ اور معاصی میں شمار ہوتا ہے اب ہم آتے ہیں عتیبی کے مبحث رابع کی طرف جس میں اس نے مخالفین کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے اس بارے میں ہم کہیں گے کہ:

۱۔ اس نے مخالفین کے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان کی قوت کو اگر احاد ہونے کے لحاظ سے دیکھیں تو اکثریت کا ایک معنی پر مشتمل ہونا آحاد سے بڑی قوت دیتا ہے۔ اور اس طرح ہونا قوت کے لحاظ سے معنی تواتر اور اجماع کی جگہ ہے گویا یہ تواتر معنوی ہے عتیبی اس اہم ترین معنی سے لاعلم رہا اور ایک ایک دلیل کو ردّ کرنا شرع کر دیا حالانکہ اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ ایک معنی پر (ہونے کی وجہ سے) تواتر ہے۔ یہی مطلب ہے استقراء (حدیث کے طرق کی تلاش) ہے جیسا کہ شاطبی رحمہ اللہ نے عموم وخصوص کے بحث میں وضاحت کی ہے۔ (الموافقات:۳/۲٦٨)

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر بحث کرتے ہوئے عتیبی نے قصدًا یا غلطی سے احمد شاکر

---

❶: میں نے اپنی کتاب حقیقۃ الایمان (۱۹۷۸ء) میں اس بارے میں وضاحت کی ہے اس کتاب میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب اور دیگر ائمہ سلف کی آراء و اقوال پیش کیے تھے اسے ملاحظہ کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ گروہ اہلسنّت کے خلاف ہے۔

رحمہ اللہ کی بات کو نظر انداز کیا ہے جو انھوں نے کفر دون کفر کے بارے میں کہی ہے کہ ''کفر دون کفر'' آیت کی تفسیر نہیں بلکہ یہ فتوٰی ہے جو ان اموی حکمرانوں کے بارے میں دیا گیا ہے جن کے ظلم اور بعض احکام شرع ترک کرنے کی بناء پر خوارج نے ان پر کفر کا فتوٰی لگایا تھا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ یہ فتوٰی وہاں بھی استعمال ہوگا جہاں بنوامیہ (کے ان اعمال یا حکمرانوں کا) تعلق بھی نہ ہوگا۔جب ہمارے پاس احمد شاکر رحمہ اللہ جیسی سمجھ اور رائے موجود ہے تو ہمیں عتیبی کے فہم کی کیا ضرورت ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی صحیح قراءت ہمارے پاس ہے جب انھوں نے کہا تھا کہ:لیس الکفر الذی یذھبون الیہ. ''یہ وہ کفر نہیں جو یہ مراد لیتے ہیں''۔اور وہ اثر جو اباضیہ کے ایک گروہ سے منقول ہے جو ابومجلز کے پاس آئے تھے جس کی طرف امام احمد شاکر رحمہ اللہ نے ہماری رہنمائی کی ہے اور یہ باریک بینی اور نصوص کو بہتر انداز سے پڑھنے کا کام ہے جو عتیبی اور اس کے گروہ کے لیے مشکل ہے کہ ان کے ساتھ مل جائیں (یا دقت نظر میں امام کے برابر ہوجائیں) احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ابن عباس سے منقول یہ آثار ایسے ہیں کہ گمراہ لوگوں نے جو اس دور میں علماء کہلاتے ہیں نے ان کو کھیل بنالیا ہے یہ دین کے خلاف ان کی جراءت ہے اسے یہ لوگ بہانہ بناتے ہیں وضعی قوانین کے جواز کے لیے جو اسلامی ممالک میں رائج کیے گئے ہیں۔یہاں ایک اثر ابومجلز رحمہ اللہ سے منقول ہے جو اباضیہ خوارج سے ان کے جدال سے متعلق ہے کہ بعض امراء وحکمران جو ظلم کرتے تھے اور جان بوجھ کر بعض فیصلے شریعت کے خلاف کرتے تھے خواہشات کی پیروی یا شرعی حکم سے لاعلمی کی بنیاد پر۔جبکہ خوارج کا مذہب تھا کہ مرتکب کبیرہ کافر ہوتا ہے وہ اس پر ابومجلز سے جھگڑتے تھے کہ اس کفر کے فتوٰی میں ہماری رائے کی موافقت کریں تاکہ انہیں مسلح بغاوت کا جواز فراہم ہوسکے۔یہ دونوں اثر طبری رحمہ اللہ نے روایت کیے ہیں اور ان پر احمد شاکر رحمہ اللہ نے بہت عمدہ وضاحت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ یہاں

طبری رحمہ اللہ کی روایت کردہ اثر اور اس پر احمد شاکر رحمہ اللہ کا تبصرہ من وعن پیش کر دوں۔

① ''طبری رحمہ اللہ نے عمران بن حیدر سے روایت کیا ہے کہتے ہیں ابومجلز کے پاس بنوعمرو بن سدوس کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے ابومجلز رحمہ اللہ آپ بتائیں کہ اللہ کا یہ حکم حق ہے؟ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدة:٤٤) ابومجلز رحمہ اللہ نے کہا: ہاں۔انھوں نے کہا اور ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ بھی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔انھوں نے کہا اور ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ بھی حق ہے؟ ابومجلز رحمہ اللہ نے کہا: ہاں۔انھوں نے کہا ابومجلز رحمہ اللہ کیا یہ (بنوامیہ کے ظالم حکمران) اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے کر رہے ہیں؟ ابومجلز رحمہ اللہ نے کہا وہ ان کا دین ہے جو انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔اسی کا پرچار کرتے ہیں اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اگر وہ اس (دین) میں سے کچھ چھوڑیں گے تو وہ جانتے ہیں کہ وہ گناہگار ہوں گے۔انھوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم آپ فرق کر رہے ہیں یا فرقہ بنا رہے ہیں۔ابومجلز رحمہ اللہ نے کہا تم اس کے زیادہ حق دار ہو مجھ سے (یعنی تم خارجی ہو میں نہیں) میں ایسا نہیں سمجھتا تم سمجھتے ہو اور اس میں حرج بھی نہیں سمجھتے۔

سید محمود شاکر رحمہ اللہ نے ان دونوں نصوص کی مناسبت سے لکھا ہے:

اللہ میں گمراہی سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔وبعد،

شکوک و فتنے پیدا کرنے والوں نے ہمارے اس دور میں ایسی باتیں کرنی شروع کر دی ہیں کہ جن کی بناء پر حکمرانوں کو ترک ما انزل اللہ اور جان و مال اور عزتوں کے فیصلے بغیر ما انزل اللہ کرنے کا جواز مل رہا ہے اور اہل کفر کا قانون اسلامی ممالک میں رائج کرنے کا جواز ملتا ہے۔جب ان دونوں خبروں پر توقف کیا جائے گا (خاموشی اختیار کی جائے گی اور اس کا ردّ نہ ہوگا

تو) اس کو ہی اپنایا جائے گا اور جان و مال اور عزتوں میں بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرنا صحیح سمجھا جائے گا اور فیصلہ کرنے میں اللہ کی شرع کے بغیر فیصلہ کرنے والا اس پر راضی رہنے والا اس پر عمل کرنے والا کافر شمار نہیں کیا جائے گا ان دونوں نصوص میں غور کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ سائل و مسئول کو پہچان لے ابومجلز (لاحق بن حمید الشیبانی الدوسی رحمہ اللہ) ثقہ تابعی ہیں یہ علی رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے ابومجلز رحمہ اللہ کی قوم بنوشیبان جمل وصفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب صفین میں دونوں فیصلہ کرنے والوں (حکمین) نے فیصلہ کیا اور خوارج علیحدہ ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے گروہ میں بنوشیبان اور بنی سدوس بن شیبان بن ذہل کا ایک گروہ بھی شامل تھا ابومجلز رحمہ اللہ سے سوال کرنے والے لوگ بنوعمرو بن سدوسی تھے جو اباضیہ کے لوگ تھے ۔یہ حروریہ (خوارج) فرقہ کے عبداللہ بن اباض کے متبعین تھے۔جس نے کہا تھا جس نے خوارج کی مخالفت کی وہ کافر ہے مشرک نہیں ہے۔اس کے ساتھیوں نے اس کی مخالفت کی......

واضح ہوا کہ ابومجلز رحمہ اللہ سے سوال کرنے والے اباضہ کے لوگ چاہتے تھے کہ ابومجلز رحمہ اللہ کی بات سے حجت لیں اور امراء وحکمرانوں کی تکفیر کریں اس لیے کہ ابومجلز کے لوگ حکمران کی فوج میں شامل تھے اور وہ کبھی نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کی منع کردہ بعض امور کا ارتکاب کرتے تھے اسی لیے پہلے اثر میں کہا ہے کہ انھوں نے (دین میں سے) اگر کچھ ترک کرلیا تو وہ جانتے ہیں کہ وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے دوسری خبر میں فرماتے ہیں وہ جانتے ہیں جو عمل کررہے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ گناہ کررہے ہیں۔لہٰذا ان کا سوال وہ نہیں تھا جس سے ہمارے زمانے کے بدعتی دلیل لیتے ہیں کہ لوگوں کے مال وجان اور عزتوں کے فیصلے شریعت اسلام کے خلاف قانون کے مطابق ہوں اور نہ اس پر دلیل ہے کہ قانون بنا کر اہل اسلام کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ اللہ ورسول کے حکم کے مخالف احکام کو اپنائیں یہ فعل اللہ کے حکم سے روگردانی اور اس کے دین کو چھوڑ

کرکفر یہ احکام کی طرف رغبت کتنا ہے اسے اللہ کے دین پر ترجیح دینا ہے۔جبکہ یہ کفر ہے اور اس کے کفر ہونے میں اہل قبلہ میں سے کوئی بھی مسلمان شک نہیں کرتا اور اس کی طرف دعوت دینے والے کے کفر میں بھی کسی کو شک نہیں ہے آج ہمارے دور میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام کو مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا ہے اور غیر اللہ کے احکام کو اللہ ورسول ﷺ کے احکام پر ترجیح دی جارہی ہے اور اللہ کی شریعت کے تمام احکام کو معطل کیا جا چکا ہے۔جبکہ اسلام کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی حکمران نے کوئی حکم بنایا ہو اور اسے فیصلہ کرنے کے لیے لازمی شریعت قرار دیا ہو۔اگر ابومجلز رحمہ اللہ کے زمانے میں ہو یا اس سے پہلے یا بعد میں کوئی حاکم ایسا ہوا کہ کسی قسم کا فیصلہ کرتا ہو اور اللہ کے حکم کا انکار کرتا ہو یا اہل کفر کے قانون کا اثر اہل اسلام پر ہو رہا ہو(جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ کفر کے احکام کو اسلام کے احکام پر ترجیح دی جارہی ہے)یہ کبھی بھی نہیں ہوا لہٰذا ابومجلز رحمہ اللہ اور اباضیین کے قول کو اس طرف نہیں لے جایا جاسکتا اس مسئلے میں جو شخص مذکورہ دونوں اثروں سے دلیل لیے گا اور ان کو ان معانی سے پھیرے گا (اور یہ کام وہ) حکمران کی مدد کی نیت سے کرر ہا ہو یا اس بات کے لیے حیلہ کرر ہا ہو کہ بما انزل اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے کو جائز قرار دے اور اسے لوگوں پر فرض کرتا ہو۔ایسا شخص شریعت میں اللہ کے احکام میں سے ایک حکم کا منکر شمار ہوگا اس سے توبہ کروائی جائے گی اور اگر وہ اصرار کرے اور اللہ کے حکم کا انکار کرے اور احکام (شریعت) تبدیل کرنے پر راضی ہو تو اس کا حکم ایسے کافر کا ہے جو اپنے کفر پر اصرار کرنے والا ہو اور اس دین کو ماننے والا مشہور ہو۔

② ابن کثیر رحمہ اللہ نے یاسق کے بارے میں جو بات کی ہے اس پر جس نے کلام کی بنیاد رکھی ہے تو یہ تعجب والی بات ہے اس لیے کہ خواہشات کا پیروکار نصوص کو عقل کے بجائے خواہشات کی نظر سے دیکھتا ہے۔عتیبی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ان (تاتاریوں) نے حکم بغیر

ماانزل اللہ کوحلال سمجھا تھا۔اوراللہ کے حکم پر غیراللہ کوفضیلت دیتے تھے۔ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کیاان میں سے کسی نے استحلال کی صراحت کی ہے؟ کیاان میں سے کسی کی یہ عبارت موجود ہے کہ اس نے حکم بغیر ماانزل اللہ کوحلال سمجھتا ہے یااسے اللہ کے حکم پرفضیلت دیتا ہے تاکہ عتیبی ان پرکفر کا حکم لگاسکے باوجودیکہ وہ لاالٰہ الااللہ کا اقرار کرتے تھےاور روزے نماز کے پابندی کرتے تھے؟ عتیبی اس معاملے میں کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول سے ظاہر ہے''وہ دین اسلام کو یہودونصاریٰ کے دین کی طرح قرار دیتے تھے''۔لیکن ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے تحلیل ثابت نہیں ہوتا اوران کے زمانے کے عالم کا بیان کردہ باتوں سے ان کا عملی فعل ثابت نہیں ہوتا؟اس میں صراحت کیوں نہیں ہے؟ بلکہ صاحب نظر دیکھ سکتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حکم دیگر ثابت شدہ باتوں پر قائم ہے۔تصریح،استحلال اور تفضیل کے علاوہ۔جس پر عتیبی کواصرار ہے کہ بغیر ماانزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے والے کو کافرقرار دینے کے لیے (استحلال)اس دور میں شرط ہے۔یہی وہ ثابت شدہ امور ہیں جن پر توحید قائم ہے کاش کےان کے پاس عقل ہوتی۔کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے ربّانی عالم کے منہج کواپنانا عتیبی کے لیے مناسب نہیں ہے؟ بجائے اس کے وہ ان کے کلام سے ایسا استشہاد کرے کہ جس پروہ کلام دلالت نہیں کرتا؟اس کی مثال ابن کثیر رحمہ اللہ میں ان کا قول آیا ہے کہ''وہ اسے اللہ کے حکم پرمقدم کرتے تھے''۔یعنی مقدم کرنے کے لفظ (یقدمونها) کوتفضیل کے معنی میں لیا ہے جبکہ ان کی طرف سے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔علماء نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ وہ تفضیل کے قائل تھے لہٰذا ابن کثیر رحمہ اللہ کی شرع کواللہ کی شرع کے برابر قرار دیتے تھے۔اس میں فضیلت دینے کی صراحت نہیں ہے۔عتیبی نے اپنی کتاب میں جودلائل دیے تھےان کوردّ کرنے کے بعد ہم یہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کسی حاکم یا حکومت کومعین طور پر کافرقرار نہیں دیتے

بلکہ ہمارا مقصد اس تحریر سے توحید کی حمایت اور کلمۂ اخلاص کا دفاع اور محمد ﷺ کی رسالت میں موجود احکام کو حاصل کرنے کی خواہش اور اس بات کی کوشش کہ مرجئہ ،خوارج یا کوئی اور خواہش پرست ان احکام کو کھیل تماشا نہ بنالے۔ اللہ سے دعا ہے کہ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر طارق عبدالحلیم حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tk